38

تحریک جدید ایک دن کی نہیں، دو دن کی نہیں بلکہ ہر مومن کے لئے ہمیشہ جاری رہنے والی تحریک ہے

(فرمودہ 28 نومبر 1952ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اِس وقت سوا بارہ بجے ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ پرانے وقت کے لحاظ سے ایک بج چکا ہے۔ ساڑھے بارہ بجے (جو پرانے — 12 بجے ہوتے تھے) زوال کا وقت ہوتا تھا۔ گویا ساڑھے بارہ بجے سے نماز کا وقت شروع ہوتا تھا۔ جمعہ کے لئے شریعت نے کوئی وقت اس لئے مقرر نہیں کیا کہ نماز جمعہ سے قبل خطبہ ہوتا ہے۔ اس خطبہ کے بعد نماز جمعہ صحیح وقت پر پڑھی جانی چاہیے۔ شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جمعہ کو زوال سے بھی پہلے شروع کر دیا جائے تا نماز سے پہلے خطبہ بھی دیا جاسکے اور پھر نماز بھی صحیح وقت پر پڑھی جائے۔ لیکن زوال کے بعد تو نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اب سوا بارہ بج چکے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ پرانے وقت کے لحاظ سے اب سوا ایک بج چکا ہے ابھی تک نصف کے قریب بھی لوگ نماز پڑھنے نہیں آئے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ نہ صرف حکومت نے گھڑیوں کو ایک گھنٹہ پیچھے کر دیا ہے بلکہ تم نے بھی شریعت کے مقرر کردہ وقت کو ایک گھنٹہ پیچھے کر دیا ہے۔ جماعت کے اس فعل کے یہ معنی ہیں کہ جمعہ ایک بجے یعنی پرانے وقت کے مطابق دو بجے شروع کرنا چاہیے اور ختم اڑھائی بجے یا اس کے بعد ہونا چاہیے۔ یعنی پرانے وقت کے مطابق ساڑھے تین بجے کیونکہ نماز

سے قبل خطبہ بھی ہوتا ہے اور اُس وقت نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ظاہری چیز کے تغیر کے ساتھ باطن میں بھی تغیر ہو جاتا ہے لیکن شریعت میں تغیر نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حکومت نے کسی جغرافیائی وجہ سے یا کسی اَور مصلحت کی بناء پر گھڑیوں کو ایک گھنٹہ پیچھے کر دیا ہے لیکن نماز تو اُسی وقت پڑھی جائے گی جس وقت وہ پہلے پڑھی جاتی تھی۔ اِس میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اگر اب بھی جمعہ پہلے کی طرح ایک بجے ہی ہوگا تو چونکہ نماز سے قبل خطبہ بھی ہوتا ہے اور پھر نماز بھی ادا کرنا ہوتی ہے اس لئے دو اڑھائی بجے تک وقت چلا جائے گا۔ گویا نماز پرانے وقت کے مطابق تین ساڑھے تین بجے ختم ہوگی۔ سورج تو اُسی وقت چڑھتا ہے جس وقت وہ پہلے چڑھا کرتا تھا تو پھر وجہ کیا ہے کہ ہم غافل ہو گئے ہیں۔ اگر سورج بھی ایک گھنٹہ پیچھے چڑھتا تو پھر تو تم کہہ سکتے تھے کہ پہلے سورج ایک گھنٹہ پہلے چڑھتا تھا اب وہ ایک گھنٹہ بعد چڑھتا ہے اس لئے آج دیر سے آئے ہیں۔ لیکن سورج تو اُسی وقت چڑھتا ہے اور آج بھی اُسی وقت چڑھا ہے اور بارہ بجے تک تمہیں اتنا وقت مل گیا تھا جتنا وقت تمہیں سٹینڈرڈ ٹائم بدلنے سے قبل ایک بجے تک مل جایا کرتا تھا۔ کیونکہ آج کل کے بارہ بجے پرانے سٹینڈرڈ ٹائم کے لحاظ سے ایک بجے کا وقت ہوتا ہے۔

اِس کے بعد میں آج کا خطبہ شروع کرتا ہوں جو تحریک جدید کے انیسویں سال کے متعلق ہے۔ تحریک جدید 1934ء میں شروع ہوئی۔ 1934ء کے نومبر میں اس کا اعلان ہوا اور اب 1952ء کا نومبر ہے۔ گویا وعدوں کے لحاظ سے 18 سال ختم ہو گئے ہیں اور انیسواں سال شروع ہو گیا ہے اور ادائیگی کے لحاظ سے اگلے سال نومبر تک انیسواں سال ختم ہو جائے گا۔ تحریک جدید کی بنیاد درحقیقت اُنہی اصول پر ہے جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اسلام کی بنیاد بھی اِس بات پر رکھی گئی تھی کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی تشہیر اور ترویج کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو پیغام دیا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پیغام کو ساری دنیا تک پہنچائیں۔ اگر ہم اس پیغام کو ساری دنیا تک پہنچاتے ہیں تو دنیا اس پیغام سے غافل نہیں ہوگی اور لوگوں کو ایمان لانے کا موقع مل جائے گا۔ اگر کسی شخص کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچ جاتا ہے اور وہ ایمان نہیں لاتا تو ہماری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور اس کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے۔ اور اگر اُس تک خدا تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچتا تو ہماری ذمہ داری رہ جاتی ہے اور اُس کی ذمہ داری شروع نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ وہ

اُس شخص پر گرفت کرتا ہے جس پر حجت پوری ہو جاتی ہے۔ اگر ہم اُس تک خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائیں گے تو حجت بھی پوری ہوگی۔ اور اگر ہم اُس تک خدا تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچاتے تو اُس پر حجت پوری نہیں ہوسکتی۔ پس تحریکِ جدید کی بنیاد ہی اِس بات پر ہے کہ اسلام کے نام کو روشن کیا جائے اور قرآن کریم کے پیغام کو دنیا تک پہنچایا جائے۔ اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے تحریک جدید کے ماتحت بیرونی دنیا میں مبلغ بھجوائے گئے۔ تحریکِ جدید کے جاری ہونے سے قبل صرف چند ممالک میں ہمارے مبلغ تھے۔ ایک مبلغ امریکہ میں تھا، ایک مبلغ انگلینڈ میں تھا، ایک شام میں تھا، افریقہ اور انڈونیشیا میں بھی ہمارے مبلغ تھے لیکن تحریکِ جدید کے جاری ہونے کے بعد انڈونیشیا کے مبلغ کئی گنا زیادہ ہو گئے۔ امریکہ کے مبلغ چار گنا زیادہ بڑھ گئے۔ ہالینڈ، جرمنی، سپین، سوئٹزرلینڈ اور ایک عرصہ تک فرانس میں نئے مشن کھولے گئے اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں جماعتیں قائم ہیں اور دین سیکھنے کے لئے بعض طالب علم بھی یہاں آئے ہیں۔ چنانچہ جرمنی کے ایک نوجوان عبدالشکور کنزے اِس وقت یہاں دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں تا بعد میں وہ اپنے ملک میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کرسکیں۔ امریکہ سے بھی اس تحریک کے سلسلہ میں ایک نوجوان یہاں پہنچے ہیں اور وہ بھی دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ایک اَور نوجوان کے متعلق بھی اطلاع آئی ہے کہ وہ دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ آ رہے ہیں اور وہ غالباً جلسہ سالانہ تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ اِسی طرح جرمنی سے بھی اطلاع آئی ہے کہ ایک اَور نوجوان دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ آ رہے ہیں۔ اس سے قبل غیر ممالک کے طالب علم مرکزِ سلسلہ میں نہیں آئے تھے لیکن تحریک جدید کے جاری ہونے کے بعد باہر سے بھی طلباء آنے شروع ہو گئے اور اب 30 کے قریب غیر ملکی طالب علم ربوہ میں موجود ہیں۔ چین کے طالب علم بھی ہیں، انڈونیشیا کے طالب علم بھی ہیں، برما کے طالب علم بھی ہیں، سیلون کے طالب علم بھی ہیں، سوڈان کے طالب علم بھی ہیں، ایسے سینیا کے طالب علم بھی ہیں، شام کے طالب علم بھی ہیں، جرمنی اور امریکہ کے طالب علم بھی ہیں، انگلینڈ کے طالب علم بھی ہیں، سمالی لینڈ[1] کے طالب علم بھی ہیں اور ابھی مزید طلباء کے آنے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ آج بھی ایسے سینیا سے ایک نوجوان کا خط ملا ہے کہ وہ تعلیمِ دین کے حصول کی خاطر ربوہ آنا چاہتے ہیں۔ اِسی طرح سمالی لینڈ سے بھی اطلاع آئی ہے کہ وہاں سے بھی بعض اَور طالب علم یہاں آ رہے ہیں۔ گویا اس تحریک کے نتائج اِس

رنگ میں ظاہر ہوئے ہیں کہ بیرونی ممالک کے طلباء جن میں سے بعض واقفِ زندگی ہیں اور بعض واقفِ زندگی نہیں یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ بے شک بعض نوجوان واقفِ زندگی نہیں۔ وہ اپنے طور پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں لیکن اگر وہ اخلاص سے دنیوی کاروبار کے ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام بھی کرتے رہیں تو یہ بھی اسلام کی ایک بھاری خدمت ہوگی۔ بہرحال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باہر سے آنے والے سارے نوجوان واقفِ زندگی نہیں۔ کچھ واقفِ زندگی ہیں اور کچھ نہیں۔لیکن جو واقف زندگی نہیں وہ بھی ایسے ممالک سے آئے ہیں جن تک تحریک جدید سے قبل احمدیت کی تعلیم نہیں پہنچی تھی۔ جب یہ نوجوان تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے ملکوں میں پہنچیں گے تو اسلام کی اشاعت کے نئے ذرائع نکل آئیں گے۔

غرض تحریک جدید سے پہلے تو تین چار مبلغ بیرونی ممالک میں تبلیغ کر رہے تھے لیکن تحریک جدید کے اجراء کے بعد میرے خیال میں یہ مبلغ پچاس کے قریب ہوگئے ہیں۔گویا دس گنے زیادتی ہوئی ہے۔ اور ابھی تو ابتدا ہے۔ صاف بات ہے کہ جب تک مبلغ پیدا نہیں ہوں گے اسلام کو ساری دنیا میں نہیں پھیلایا جا سکتا۔ میں ان کی موجودہ زیادتی کو نہیں دیکھتا بلکہ آئندہ کا نقشہ دیکھ رہا ہوں۔ اِس وقت تحریک جدید کا ایک کالج قائم ہے۔اس میں سے آٹھ دس مبلغ سالانہ نکلتے ہیں جن میں سے نصف تو صدر انجمن احمدیہ لے لیتی ہے اور نصف تحریک جدید لے لیتی ہے۔ اگر تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کو ملنے والے مبلغین کی تعداد پانچ پانچ بھی ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پچھلے انیس سال میں دس گنا مبلغ ہوئے ہیں اور اگلے 19 سال میں ان کی تعداد تیس گنے ہو جائے گی۔ یعنی جو مبلغ ابتدا میں تھے اُن سے موجودہ مبلغین کی تعداد اُس وقت تک تیس 30 گنے زیادہ ہو جائے گی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جماعت آئندہ ترقی نہیں کرے گی۔ اگر جماعت اخلاص اور ارادے میں بڑھ جائے تو جامعۃ المبشرین کے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد آٹھ دس نہیں رہے گی بلکہ ان کی تعداد پندرہ بیس تک یا چالیس پچاس تک بڑھ جائے گی اور اس صورت میں آئندہ 19 سال کے بعد مبلغین تحریک جدید سے پہلے کے مبلغین سے تیس گنے زیادہ نہیں ہو جائیں گے بلکہ پچاس گنے یا سو گنے سے زیادہ ہو جائیں گے۔ غرض تحریک جدید کے اجراء کے بعد نہ صرف کئی ممالک میں نئے مشن قائم ہو گئے ہیں بلکہ زائد بات یہ ہوئی ہے کہ براہِ راست ان ممالک سے بعض طالب علم یہاں آئے ہیں اور وہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اپنی تعلیم سے فارغ

ہونے کے بعد وہ اپنے اپنے ملک میں جا کر اسلام کی اشاعت کریں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جس طرح بھٹی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے 2 اِسی طرح جس شخص میں روحانی لحاظ سے میل کچیل ہوتی ہے یعنی جو شخص مخلص نہیں ہوتا وہ یہاں آ کر اسلام سے اَور بھی دور ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح ربوہ بھی ایک بھٹی ہے بعض آنے والے اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے ٹھوکر بھی کھائیں گے۔ مگر جو لوگ یہاں آ کر نیک نیتی سے اور اخلاص سے تعلیم حاصل کریں گے وہ دین کی خدمت کریں گے۔ اگر وہ اپنا دنیوی کاروبار بھی کریں گے تو وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام میں مدد دیں گے۔ مثلاً سماٹرا سے ایک نوجوان یہاں آئے تھے اگرچہ انہوں نے وقف نہیں کیا تھا اور واپس جا کر انہوں نے ایک پرائیوٹ ملازمت اختیار کر لی لیکن وہ نہایت مخلص ثابت ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان اور پاکستان کے لوگ بھی وصیت کی اتنی پابندی نہیں کرتے جتنی وہ نوجوان پابندی کر رہے ہیں۔ وہ بُدھوں سے احمدی ہوئے ہیں۔ اُن کی اولاد میں بھی جوش ہے۔ میرے پاس اُن کے بچوں کے بھی خطوط آتے رہتے ہیں۔ پس بعض لوگ اگرچہ واقفِ زندگی نہیں وہ اپنا کاروبار کرتے ہیں تاہم وہ اشاعتِ اسلام میں سلسلہ کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ہیں۔ وہ اِس وقت سالی لینڈ میں ہیں۔ وہ ملازم ہیں لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کسی واقفِ زندگی سے کم ہیں۔ ان کے ذریعہ سے وہاں جماعتیں قائم ہو رہی ہیں اور اِس رنگ میں قائم ہو رہی ہیں کہ یوں معلوم ہوگیا ہے کہ اُن کے اخلاص کی وجہ سے آسمان بھی اُن کی تائید کر رہا ہے۔ مجھے وہاں سے اکثر خطوط آتے ہیں جن میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ہمیں خواب آئی اور خواب میں ہمیں ہدایت کی گئی کہ تم نذیر احمد کی طرف توجہ کرو۔ وہاں کے لوگوں کو کثرت سے خوابیں آ رہی ہیں کہ نذیر احمد کی طرف توجہ کرو گویا اُن کا اخلاص اِس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ آسمان پر خدا تعالیٰ بھی اُن کی تائید میں فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو اُن کی طرف متوجہ کریں۔

جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے تحریک جدید کے اجراء سے پہلے کوئی مشنری کالج نہیں تھا۔ اب مشنری کالج کا اجراء ہوگیا ہے اور اس کالج سے ایسے نوجوان نکل رہے ہیں جو پہلے طلباء سے علم میں زیادہ ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ معیار کے عین مطابق ہیں۔ ابھی ان کے لئے اخلاقی، علمی اور دینی ترقی کی بہت گنجائش ہے۔ لیکن بہرحال وہ پہلوں سے زیادہ عالم ہیں۔ پھر تحریکِ جدید

کے اجراء سے پہلے ہمارے پاس ایسے گریجوایٹ نہیں تھے جو دینیات سے بھی واقف ہوں۔ لیکن اب ایسے نوجوان موجود ہیں جو مولوی فاضل ہیں اور گریجوایٹ بھی ہیں یا بی اے ہیں۔ اور آئندہ مولوی فاضل بن جائیں گے اور اس قابل ہو جائیں گے کہ اگر وہ انگریز دانوں کی مجلس میں جائیں اور وہ کہیں کہ یہ مُلاں ملانٹے ہیں تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بھی تمہاری طرح انگریزی جانتے ہیں۔ اور اگر مولویوں کی مجلس میں جائیں اور وہ کہیں کہ تم انگریزی دان ہو تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم مولوی فاضل بھی ہیں اور دین سے ہمیں واقفیت ہے۔ گویا جو کچھ تم جانتے ہو وہ ہم بھی جانتے ہیں۔ غرض تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کی نئی راہیں کھل رہی ہیں اور کچھ عرصہ تک علمِ دین اور علمِ دنیا میں جو خلیج حائل ہے وہ پاٹ جائے گی اور اس پر ایسے پُل بن جائیں گے جن کے ذریعہ تمام اختلافات دور ہو جائیں گے۔

تحریک جدید کے اجراء کے وقت اس میں یہ بات بھی شامل کی گئی تھی کہ ہمارے سارے پروگرام سادہ ہوں، ہم سادہ کپڑے پہنیں، سادہ خوراک استعمال کریں، دعوتوں اور شادیوں میں سادگی اختیار کریں۔ کچھ عرصہ تک تو اس پر عمل ہوتا رہا لیکن اب اس میں ایک حد تک کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ دراصل اس میں بعض باتیں اصلاح طلب تھیں مثلاً بعض بیمار ہوتے ہیں وہ بیمار ہونے کی وجہ سے اس تحریک پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے تھے۔ یا بعض جگہوں پر ملکی رسم ورواج کے مطابق کھانے کی طرز ایسی ہوتی ہے کہ ایک کھانے میں کفایت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً جب یہ تحریک شروع ہوئی تو مجھے بہار اور بنگال سے خطوط آنے شروع ہوئے کہ ہمارے ہاں کھانے کا دستور ایسا ہے کہ ہم اس سکیم پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے۔ وہاں چھوٹے چھوٹے گھروں میں بھی ایک دو کھانے تیار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ اُبلے چاول کھاتے ہیں۔ خشکہ چاول کو کھانے کے لئے اور اسے صحیح طور پر ہضم کرنے کے لئے کسی پتلی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ لوگ پتلی سی دال بنا لیتے ہیں اور اس سے چاولوں کو تر کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ اس سادہ دال سے طاقت قائم نہیں رکھ سکتے اس لئے وہ تھوڑا سا سالن بھی ساتھ پکا لیتے ہیں۔ دال کے ساتھ خشکہ کو کھانے کے قابل کر لیتے ہیں اور صحت کو برقرار رکھنے کے لئے تھوڑا سا سالن بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ غرض کھانے کے دستور کے مطابق چھوٹے سے چھوٹے گھر میں بھی دو قسم کا سالن تیار ہو جاتا ہے۔ اب اگر یہ حکم دیا جائے کہ وہ ایک سالن پکائیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ یا تو وہ صرف دال پر

گزارہ کریں اور اس سے ان کی صحتیں خراب ہوں گی اور یا پھر سالن پکائیں۔ اگر وہ روزانہ سالن پکائیں گے تو اس پر خرچ زیادہ ہوگا۔ پس چاہیے تھا کہ ہم آہستہ آہستہ ان کی مشکلات کو دور کرتے اور انہیں ایسا بنا دیتے کہ وہ اس سکیم پر عمل کر سکتے۔ اسی طرح بیمار اور بوڑھے ہیں ان کے لئے بھی ایک کھانے پر گزارہ کرنا مشکل ہے۔ اس لئے چاہیے تھا کہ ایسی تجاویز اختیار کی جاتیں کہ احمدی اپنی صحت اور قوت کو بھی برقرار رکھ سکتے اور پھر بھی سادہ رہتے۔ لیکن چونکہ ان باتوں پر پہلے غور نہیں کیا گیا اس لئے بعض لوگوں کے لئے یہ سکیم ناقابلِ عمل ہوگئی اور آہستہ آہستہ وہ لوگ اس پر عمل کرنے میں کمزوری دکھانے لگے۔ مگر ضرورت ہے کہ بعض طریق ایسے اختیار کئے جائیں کہ جماعت کے لوگ سادگی کی زندگی بسر کریں اور اس کے لئے وقتاً فوقتاً غور ہوتا رہے۔ مثلاً شادیوں اور بیاہوں پر ہم نے دعوتوں کو روک دیا تھا۔ بعض لوگ چودھری ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے کوئی حکم نہیں۔ مَیں بعض دعوتوں پر گیا تو چودھری قسم کے لوگوں نے چائے وغیرہ تیار کر دی۔ مَیں نے چائے نہ پی اس پر آہستہ آہستہ ان لوگوں نے بھی دعوتوں کو ختم کر دیا اور یہ دستور کم سے کم اب مرکز میں قائم ہو گیا ہے۔ بہرحال کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں جاری کرنا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ ہم بعض باتوں کو جاری نہیں رکھ سکے اس لئے ہم اپنے مقام سے ہٹ گئے حالانکہ کھانے وغیرہ میں سادگی نہایت ضروری چیز ہے۔ آج کل قحط کے آثار ہیں۔ ''مالِ مفت دلِ بے رحم۔'' صدر انجمن احمدیہ نے میرے پاس سفارش کر دی کہ کارکنوں کے قحط الاؤنس پھر مقرر کر دیئے جائیں حالانکہ جب قحط پڑ جاتا ہے تو آمد کم ہو جاتی ہے۔ یا تو چار چار پانچ پانچ ہزار روپیہ روزانہ آتا تھا اور یا اب بارہ تیرہ سو یا پندرہ سولہ سو کی روزانہ آمد ہوتی ہے۔ اور ایک دن تو اتنی کم آمد ہوئی کہ جب ہم ہجرت کے بعد لاہور آئے اور چندے آنے شروع ہوئے تو اُس وقت جتنی آمد ہوئی تھی اُس دن اِس سے بھی کم آمد تھی۔ یعنی اُس دن دو سو روپیہ یا اِس سے کچھ زیادہ کی آمد ہوئی حالانکہ اس سے پہلے دو ہزار سے چار پانچ ہزار روپیہ کی روزانہ آمد ہوتی تھی۔ صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کی تنخواہوں پر چالیس ہزار روپیہ سے زائد خرچ ہوتا ہے اور اگر سائر اور جلسہ سالانہ کے اخراجات کو ملا لیا جائے تو نوے ہزار تک خرچ جا پہنچتا ہے۔ اب اگر روزانہ چند سو روپیہ کی آمد ہوگی تو الاؤنس کی زیادتی کون دے گا؟ صدر انجمن احمدیہ کے لحاظ سے ان کی یہ سفارش بھی غلط تھی کہ مہنگائی الاؤنس بڑھائے جائیں کیونکہ کارکنوں کو سال کے

شروع میں کہہ دیا گیا تھا کہ قرضے لے لو اور گندم خرید لو۔ چنانچہ انہوں نے گندم کے نام سے قرض انجمن سے لے لئے۔ درحقیقت قحط صرف گندم کا ہے باقی کسی چیز کی قیمت نہیں بڑھی۔ آج ہی میں ذکر کر رہا تھا تو ایک خاتون نے کہا کہ اب تو لکڑی بھی مہنگی ہوگئی ہے۔ میں نے کہا جب چاول مہنگے تھے اُس وقت تو مہنگائی الاؤنس بڑھانے کا سوال پیدا نہیں ہوا تھا۔ ان چیزوں کی قیمتوں میں تھوڑا بہت اُتار چڑھاؤ تو رہتا ہی ہے اور مہنگائی الاؤنس بڑھانے کا سوال تب پیدا ہوتا ہے جب یہ اُتار چڑھاؤ غیر معمولی ہو۔ آج کل گندم کا بھاؤ بیس یا بائیس روپے فی من ہے۔ لیکن جن کارکنوں نے سال کے شروع میں گیارہ بارہ روپے فی من گندم خرید لی تھی اُن پر اس مہنگائی کا کیا اثر ہے۔ پھر بات کرنیوالے نے کہا کہ دراصل بات یہ ہے کہ پیشگی لے کر کسی نے تو کپڑے بنا لئے تھے اور کسی نے روپیہ مکان پر خرچ کر لیا تھا۔ میں نے کہا پھر اس تکلیف کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں عقلی بات یہ ہے کہ جماعت ایک جگہ کی جماعت کا نام نہیں۔ جب قحط پڑ گیا تو اس سے سارے لوگ متاثر ہوں گے اور لازمی طور پر کمزور لوگ چندہ دینے میں سُستی دکھائیں گے اور اس طرح چندہ کی آمد کم ہوگی۔ اس لئے اخراجات کسی طرح بھی نہیں بڑھائے جا سکتے۔ جو جماعتیں چندہ سے چلنے والی ہوں انہیں ان دنوں اپنا خرچ کم کرنا ہوگا۔ چاہے آدمیوں کو کم کرنے سے ہو یا تنخواہوں کے کم کرنے سے ہو۔ اگر اخراجات کم نہیں ہوں گے تو روپیہ آئے گا کس طرح۔ اس قحط کا ایک ہی علاج ہے کہ اپنی ضروریات کو کم کر دیا جائے، اپنی غذا کو کم کر دیا جائے۔

جب ہم لاہور آئے تو میں نے یہ قاعدہ بنا دیا تھا کہ صرف ایک روٹی کھاؤ۔ اس بات کو دیکھ کر کہ زیادہ خوراک کھانے والوں کے لئے ضرورت ہے کہ اُن کے سامنے نمونہ پیش کیا جائے۔ میں نے اپنے گھر میں بھی یہ حکم دے دیا تھا کہ ایک وقت میں صرف ایک روٹی کھائی جائے۔ ہم اپنا پکاتے تھے لیکن پھر بھی ایک ہی روٹی پر گزارہ کیا جاتا تھا۔ وہ وقت عام مصیبت کا تھا اور اُس وقت نمونہ دکھانا ضروری تھا۔ اور یہ تحریک مہینوں چلی۔ یہ عرصہ ستمبر سے جنوری فروری تک چلا گیا۔ اِس دوران میں لنگر خانہ میں بھی ایک ہی روٹی دی جاتی تھی اور ہم لوگ گھروں پر بھی ایک روٹی ہی کھاتے تھے۔ جو مہمان آتے تھے وہ بھی خوشی سے ایک ہی روٹی کھا لیتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں کھاتا ہے [3]۔ اس کے معنی یہ ہیں

کہ کافر بے سوچے سمجھے کھاتا ہے لیکن مومن کے سامنے ہر قسم کی مشکلات ہوتی ہیں، اس پر کئی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جن کو وہ کھاتے وقت مدنظر رکھتا ہے۔ اس لئے وہ ایک آنت میں کھاتا ہے۔ پس جب ایسے دن آئیں تو اپنی غذا کم کر دو۔

درحقیقت جو غذا ہم کھاتے ہیں وہ ساری کی ساری ہضم نہیں ہوتی۔ بعض میرے جیسے جسم والے لوگ بھی کھانے بیٹھیں تو پانچ پانچ سات سات روٹیاں کھا جاتے ہیں لیکن میں کبھی ایک روٹی کھاتا ہوں اور کبھی آدھ روٹی کھاتا ہوں پھر دیکھ لو میں زندہ ہوں۔ اور جب میں ایک آدھ روٹی کھا کر زندہ رہ سکتا ہوں تو میرے جیسا دوسرا آدمی بھی اتنی غذا کھا کر کم سے کم چھ سات ماہ گزار سکتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بھوک زیادہ لگتی ہے۔ لیکن ہم کہیں گے جو میسر ہے وہ کھاؤ اور باقی پر صبر کرو۔ اب دیکھ لو گندم بیس بائیس روپے من ہے لیکن اگر لوگ آدھی غذا کھانا شروع کر دیں تو گندم گیارہ روپے فی من پر ان کے لئے ہو جائے گی۔ پھر جو لوگ ملازم ہیں اُن کو سال کے شروع میں روپیہ مل گیا تھا اور انہوں نے گیارہ روپے فی من کے حساب سے گندم خرید لی تھی۔ اگر وہ آدھی غذا کھانا شروع کر دیں تو اُن کی گندم کا خرچ چوتھا حصہ رہ جائے گا۔ گویا پانچ چھ روپے من انہیں گندم پڑ گئی اور قحط چھوڑ ان کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم صحیح طریق اختیار نہیں کرتے۔ اگر ہم صحیح طریق اختیار کریں تو کام بن جائے۔

پھر میں نے گھروں میں دیکھا ہے کہ بالعموم آٹے کا دس فیصدی خرچ خشکہ کا ہوتا ہے۔ بعض باورچی ایک تہائی زیادہ خرچ کر دیتے ہیں۔ وہ زیادہ خشکہ لگاتے ہیں اور اپنے آرام کی خاطر آٹے کا تیسرا حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ بغیر خشکہ کے روٹی پکا لیتے ہیں۔ لیکن کم از کم انہیں زیادہ خشکہ تو نہیں لگانا چاہیے۔ کم خشکہ لگانے میں زیادہ محنت، وقت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ زیادہ خشکہ کا استعمال کرتے ہیں۔

پھر بعض اوقات کچھ حصہ کھانے کا ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں تو لوگ انہیں بخیل کہتے ہیں لیکن اصل مدبر وہی ہوتے ہیں جو جتنا پکاتے ہیں کھا لیتے ہیں کھانا ضائع نہیں کرتے اگر ضرورت کے مطابق کھانا پکایا جائے تو بہت کچھ کفایت ہو سکتی ہے۔ بخیل آدمی ہمیشہ اس طرح کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم تکلیف کے وقت بھی ایسا نہ کرو۔ لیکن لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں قحط میں بھی اتنا آرام ملے جو تعیّش اور آرام کے وقت میں بھی نہ ملتا ہو۔

پس قحط میں بھی ایسا انسان اپنے لئے خود تکلیف پیدا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی تکلیف نہیں آتی۔ پھر سالنوں کو بھی کم کیا جا سکتا ہے۔ روٹی تھوڑے سے سالن کے ساتھ بھی کھائی جا سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چمچہ چائے کا سالن لے لیتے تھے اور روٹی کھا لیتے تھے۔ پس تم یہ چیزیں کم استعمال کرو تو تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی۔ لیکن اگر تم قحط میں بھی ان چیزوں کو کم نہیں کرتے تو تم یہ امید کیسے کرتے ہو کہ جو چیز نہیں وہ تمہیں مل جائے۔ جو چیز موجود نہیں وہ نہیں مل سکتی۔ ہم نے تحریک جدید کے اجراء کے ساتھ ساتھ کفایت کا سلسلہ اس لئے شروع کیا تھا کہ انسان پر قحط کا وقت بھی آتا ہے۔ جب ایسا وقت آجائے تو وہ اشاعتِ اسلام میں سُستی نہ کرے۔ وہ برابر چندے دے تا کام رُکے نہیں۔ جب اسے سادگی کی عادت ہوگی تو لازماً خرچ بھی کم ہوگا اور جب خرچ کم ہوگا تو وہ قحط میں بھی چندے ادا کر سکے گا۔ لیکن جو شخص رفاہیت اور کھانے پینے میں تکلفات کا عادی ہے وہ شخص چندوں میں بھی سُست ہو جائے گا۔ بے شک مومن تو ہر حالت میں مالی قربانی کرے گا لیکن جو کمزور ایمان والا ہے وہ سہولت کے دنوں میں تو چندہ دے گا لیکن جب قحط کی حالت ہوگی تو وہ چندوں میں سُستی کرے گا اور اِس طرح اپنے ثواب کو کم کر لے گا۔

میں نے تحریک جدید کے اجراء کے وقت خاص طور پر عورتوں کو سادگی کی طرف توجہ دلائی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے پوری طرح تعاون نہیں کیا اور مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ لجنہ اماء اللہ نے اپنے فرضِ منصبی کو پورا نہیں کیا۔ وہ اس بات پر خوش ہیں کہ انہوں نے مکان اور دفتر بنا لیا ہے۔ ممکن ہے کہ مجھے لجنہ اماء اللہ کو توڑ کر عورتوں کی تنظیم کسی اَور رنگ میں کرنی پڑے کیونکہ ان میں کام کی صحیح روح نہیں پائی جاتی۔ باہر سے مجھے چٹھیاں آتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے کوئی تحریک نہیں آئی۔ چٹھیوں کا جواب نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ امریکہ سے مجھے خط آیا ہے کہ سال بھر میں مرکز کی طرف سے کوئی تحریک نہیں آتی اور ہمیں پتا نہیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا خدا تعالیٰ اور دین سے دور جا چکی ہے۔ اور اب اس پر اتنے مصائب اور آفتیں آئی ہیں کہ اس میں تڑپ پیدا ہوگئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی آواز آنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی آواز کے بغیر اُن کا گزارہ نہیں۔ بیرونی ملکوں سے بھی اب اس قسم کے خطوط آتے ہیں کہ دنیوی ذرائع سے اب ہم اتنے تنگ آ گئے ہیں کہ اب خدا تعالیٰ ہی مدد کرے تو

کرے ہماری تمام تدابیر فیل ہوگئی ہیں۔ غیر اور دشمن تو اسلام سے ناواقف ہے ہی، وہ اسلام کو ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے کہ انسان کو گھن آتی ہے۔ لیکن بڑی مصیبت یہ ہے کہ اپنے بھی اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اب مولویوں کا بڑا کام یہی ہے کہ جب احمدیت کہتی ہے کہ اسلام بالجبر نہیں پھیلا اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے وہ جھوٹے ہیں۔ تو غیر احمدی مولوی کہتے ہیں یہ کافر ہوگئے کیونکہ یہ جہاد کے منکر ہیں۔ جب ایک احمدی کہتا ہے کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو محفوظ ہے اور یہی ایسی کتاب ہے جو دوسری الہامی کتابوں کے مقابلہ میں سر اٹھا سکتی ہے باقی تمام کتابیں محرف و مبدّل ہو چکی ہیں لیکن قرآن کریم ہر قسم کی تحریف و تبدّل سے پاک ہے تو غیر احمدی مولوی کہتے ہیں یہ لوگ قرآن کریم میں نسخ کے قائل نہیں اس لئے کافر ہیں۔ جب ایک عیسائی کہتا ہے کہ مسیح بے گناہ تھا۔ اس لئے اس نے سب لوگوں کے گناہ اٹھا لئے تو ایک احمدی کہتا ہے کہ تمہاری یہ تھیوری غلط ہے سارے انبیاء بے گناہ تھے۔ تو غیر احمدی کہتے ہیں دیکھو جی! ان کے نزدیک نبی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں حالانکہ کئی نبیوں نے گناہ کئے ہیں۔ اَوروں کو تو جانے دو اپنے باپ کو کوئی بُرا نہیں کہتا۔ لیکن غیر احمدی علماء ایسی احادیث پیش کرتے ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر حملہ کیا گیا ہے۔ گویا دشمن تو الگ رہا دوست بھی اس قدر گر گراوٹ تک چلے گئے ہیں کہ اسلام کی شکل مسخ ہوگئی ہے۔

لوگ محرم میں امام حسینؓ کا ماتم کرتے ہیں۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسینؓ مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے لیکن حضرت امام حسینؓ کو مارنے والا تو ان کا ایک دشمن تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ مظلوم ہیں۔ کیونکہ آپؐ کو مارنے والے خود آپؐ کو ماننے والے ہیں۔ اسی شخص کا خنجر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینہ پر اٹھ رہا ہے جس کو آپ نے دودھ پلا کر پالا تھا۔ وہی شخص جسے آپؐ نے قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ انسان بنایا تھا طرح طرح کے گند پھیلا کر اور آپؐ پر الزام لگا کر آپ کے وجود کو گھناؤنے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ پس اگر کسی کا ماتم ہونا چاہیے تھا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی کہ آپ سے زیادہ مظلوم ہستی اور کوئی نہیں۔ غیروں نے آپ کے متعلق ایسی کتابیں لکھیں کہ ایک حقیقی مسلمان انہیں پڑھ نہیں سکتا اور اپنوں نے آپ کی تعلیم کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ پس آج اگر کسی ماتم کا دن ہے تو ماتمِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دن ہے ماتمِ حسینؓ کا دن نہیں کیونکہ آپؐ کے اپنے ماننے والوں نے آپؐ

پر الزامات لگائے اور آپ کو بدنام کیا۔
میں نے انہی حالات کو دیکھتے ہوئے اور ان کی غرض و غایت کو پہچانتے ہوئے جماعت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ نوجوان آگے آئیں اور اشاعتِ اسلام کے لئے اپنی جانیں پیش کریں۔ وہ اپنی زندگیاں سلسلہ کے لئے وقف کریں اور باقی لوگ اپنی جیبیں کھولیں اور چندے دیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کے دل کھول دیئے اور آپ نے تحریک جدید میں چندہ دے کر حصہ لیا اور نوجوانوں کے دل کھولے اور انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ لیکن اب آہستہ آہستہ لوگوں کو مصیبت کے دن بھول گئے ہیں۔ حالانکہ مصائب آگے سے بھی زیادہ ہیں۔ اب نوجوان پہلے کی طرح اپنی زندگیاں وقف نہیں کر رہے۔ بلکہ جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کی تھیں۔ اُن میں سے بعض نے آہستہ آہستہ کِھسکنا شروع کر دیا ہے۔ شروع میں مَیں نے یہ طریق رکھا تھا کہ جو واقفِ زندگی اپنے وقف سے بھاگے اُسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں مَیں نے سمجھا کہ جو اِس قسم کے گندے لوگ ہیں ہمیں اُن کو رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو شخص ہمارا نہیں اسے ہم کیوں لیں۔ اس لئے جو شخص جاتا ہے اُسے جانے دو۔ چنانچہ جن نوجوانوں نے کہا کہ ہم وقف میں نہیں رہنا چاہتے اور اُن کے ذمہ کوئی تعلیمی یا دوسرا قرض نہ تھا میں نے انہیں فارغ کرنا شروع کر دیا۔ اِس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ لوگ کسی نہ کسی معیار کے کمزور ضرور ہیں۔ یا تو وہ پورے غدار ہیں یا آدھے غدار ہیں یا چوتھا حصہ غدار ہیں یا ان میں دسواں، بیسواں پچاسواں، سواں یا ہزارواں حصہ غداری کا پایا جاتا ہے۔ اور غداری نہیں تو کمزوری ضرور ہے۔ بہرحال وہ شخص جو ایک دفعہ وقف کرتا ہے اور پھر اس سے پیچھے ہٹتا ہے غداری یا کمزوری سے پاک نہیں۔ اب ہماری یہ پالیسی ہے کہ جس شخص نے ہمارا روپیہ استعمال نہیں کیا وہ اگر وقف سے فراغت مانگتا ہے تو مانگ لے۔ ہم اُسے اجازت دے دیتے ہیں۔ ہاں ہم ان کو بُرا ضرور مانتے ہیں جو وقف سے بھاگنا تو چاہتے ہیں لیکن وہ ہمارے منہ سے کہلوانا چاہتے ہیں کہ تم چلے جاؤ۔ مثلاً وہ کام خراب کرنا شروع کر دیتے ہیں ایسے لوگ یقیناً غدار ہیں۔ لیکن جو شخص خود کہتا ہے کہ میں وقف سے فارغ ہونا چاہتا ہوں ہم اُسے فارغ کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے ایمان میں کمزوری ہے۔ شاید باہر جا کر اس کا ایمان مضبوط ہو جائے۔ لیکن جو شخص ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے وہ باہر جا کر بھی کمزور اور بے ایمان ہی رہے گا۔

چندوں کے لحاظ سے بھی جب میں نے 1934ء میں تحریک جدید کا اجراء کیا تھا۔ اُس وقت جماعت کی مالی حالت آج کی نسبت بہت کم تھی۔ اس کی تعداد بھی آج کی نسبت بہت کم تھی۔ اب تعداد بہرحال بہت زیادہ ہے اور مالی حالت تو اُس زمانہ کی نسبت بہت اچھی ہے۔ لیکن اُس وقت جس طرح تحریک جدید کا خیر مقدم کیا گیا تھا ویسا خیر مقدم اب نہیں کیا جاتا۔ اَب بھی لوگ تحریک جدید میں حصہ لیتے ہیں لیکن زیادہ تر تعداد حصہ لینے والوں کی اُنہی لوگوں کی ہے جنہوں نے شروع میں ہی میری آواز پر لبیک کہا تھا۔ بے شک بعد والوں میں بھی جوش ہے لیکن اُتنا جوش نہیں جتنا ابتداء میں لوگوں میں پایا جاتا تھا۔ اِس وقت کام کی ابتداء ہے۔ ابھی تک دنیا کی دو ارب بیس کروڑ کی آبادی میں ہمارے پچاس مبلغ کام کرتے ہیں۔ اگر اِس آبادی کے چوتھے حصہ تک بھی ہم خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں اور سال میں پچاس کروڑ انسانوں کو چار صفحہ کا اشتہار صرف ایک دفعہ پہنچائیں تو اِس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک ہزار اشتہار شائع کیا جائے تو اس پر بارہ روپے خرچ آتے ہیں۔ پھر ان اشتہارات کو لوگوں تک پہنچانے کو لیا جائے تو کُل خرچ قریباً بیس روپے تک آئے گا۔ اور اگر ایک لاکھ اشتہارات چھپوائیں تو دو ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ ایک کروڑ اشتہارات چھپوائیں تو دو لاکھ روپیہ خرچ آئے گا اور اگر پچاس کروڑ اشتہارات شائع کریں تو ایک کروڑ روپیہ لگے گا۔ یعنی ایک کروڑ روپیہ سے ہم دنیا کی چوتھائی آبادی کو صرف ایک دفعہ چار صفحہ کا ایک اشتہار بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی اِس امید پر کہ چار میں سے ایک شخص اسے پڑھے گا اور باقیوں کو سنا دے گا۔ اب آپ لوگ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا بڑا کام ہمارے سامنے ہے۔ ابھی تو ہمارا لٹریچر اردو زبان میں بھی مکمل نہیں ہوا غیر زبانیں تو ابھی بالکل تشنہ ہیں۔ ابھی تک ہم نے بیرونی ملکوں کے احمدیوں میں اسلام کے موٹے موٹے اصول پھیلائے ہیں۔ لیکن اب وہ کہتے ہیں ہم موٹے اصول پر کفایت نہیں کر سکتے اب تو تفصیلی احکام بتاؤ، فقہ لاؤ، ان کتابوں کے ترجمے لاؤ، ابھی ایک ڈاکٹر صاحب جو انگلینڈ میں ہیں اور انہوں نے سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا ہے اُن کا مجھے خط آیا ہے کہ میری بیٹیوں میں سعادت تو ضرور پائی جاتی ہے، اسلام کی طرف انہیں رغبت بھی ہے اور انہوں نے مجھے دیکھ کر اسلام قبول بھی کر لیا ہے لیکن میرے پاس وہ کتابیں نہیں کہ جن سے میں انہیں بتا سکوں کہ ان پر کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ جن چیزوں کی ضرورت پہلے اسلامی دنیا کو تھی اب ان چیزوں کی باہر

بھی ضرورت ہے۔ اب ہمیں حدیث، تصوف، فقہ، قرآن کریم اور دوسرے ضروری مسائل کا ترجمہ کر کے باہر پھیلانا ہوگا۔ اگر ایک زبان میں دس دس صفحات کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی پھیلائی جائیں تو دنیا میں پندرہ بیس ہزار زبانیں ہیں۔ اگر بڑی بڑی زبانوں کو ہی لیا جائے تو وہ بیس تیس زبانیں ہو جاتی ہیں۔ اگر ان زبانوں میں ہی ہم ایک ایک لاکھ صفحات شائع کریں تو یہ تیس لاکھ صفحات ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہر کتاب کے دس دس ہزار نسخے بھی رکھ لئے جائیں تو یہ اربوں صفحات بن جاتے ہیں۔ اور پھر کہیں جا کر ہم ان لوگوں کو اسلام کے ابتدائی مسائل سمجھا سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تو انہیں یہ بھی پتا نہیں لگا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ مثلاً ہم انہیں کہتے ہیں روزہ رکھو لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ روزہ کیسے ٹوٹتا ہے۔ وہ روزے رکھ لیتے ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں بعض چیزیں کھا لیتے ہوں۔ مثلاً ان قوموں میں اگر روزہ کا یہ طریق ہے کہ ڈبل روٹی نہیں کھانی ہاں دودھ وغیرہ استعمال کر لینا چاہیے تو شاید وہ دودھ کا استعمال کر لیتے ہوں۔

شیخ رحمت اللہ صاحب مخلص احمدی تھے بعد میں وہ پیغامی ہو گئے لیکن وہ بدگو نہیں تھے وفات کے وقت انہوں نے ندامت کا اظہار بھی کیا اس لئے ہم تو یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں معاف کر دے اور ان کی قربانیوں کا اچھا بدلہ انہیں دے کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت پیارے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں انگلینڈ گیا ہوا تھا۔ (وہ اکثر کاروبار کے سلسلہ میں ولایت جاتے تھے) ایک دن اتفاقاً میں باورچی خانہ میں چلا گیا تو نوکرانی ہنڈیا پکا رہی تھی۔ میں نے اسے ہدایت کی ہوئی تھی کہ میرا کھانا الگ پکانا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے میرا کھانا الگ پکایا ہے؟ اُس نے کہا گھبرائیں نہیں آپ کا کھانا الگ پک رہا ہے۔ مجھے سؤر کے گوشت کی خوب پہچان ہے اس لئے جب میں آپ کے لئے سالن ڈالتی ہوں تو سؤر کی بوٹیاں الگ کر لیتی ہوں۔ میں نے کہا یہ کیا حماقت ہے، سؤر کا گوشت تو میرے مذہب میں حرام ہے اور تم میرے لئے اس ہنڈیا میں سالن پکاتی ہو جس میں سؤر کا گوشت پک رہا ہے اور کہتی ہو کہ میں بوٹیاں الگ کر لیتی ہوں۔ اس نے کہا اچھا آئندہ الگ کھانا تیار کیا کروں گی۔ کچھ دنوں کے بعد میں دوبارہ باورچی خانہ میں گیا اور دیکھا کہ اگرچہ دو الگ الگ ہنڈیاں پک رہی ہیں لیکن اُس کے ہاتھ میں ایک ہی چمچہ ہے۔ وہ وہی چمچہ کبھی ایک ہنڈیا میں پھیرتی ہے اور کبھی دوسری ہنڈیا میں۔ میں نے کہا یہ تم کیا کر رہی ہو، ایک ہی چمچہ میری ہنڈیا میں اور دوسری ہنڈیا میں

پھیر رہی ہو؟ اُس نے کہا تو یہ کیا اِس طرح بھی کھانا حرام ہو جاتا ہے؟ اچھا آئندہ میں احتیاط کروں گی۔

پس ان کی ناواقفیت ایسی ہے کہ کوئی تعجب نہیں کہ وہ روزے رکھ لیتے ہوں اور روزہ کی حالت میں بعض چیزوں کا استعمال بھی کر لیتے ہوں۔ مثلاً ہندو روزے میں چولہے کی پکی ہوئی چیز نہیں کھاتے لیکن وہ دو دو تین تین سیر خربوزے کھا لیتے ہیں، انگور سیر بھر کھا لیتے ہیں۔ اب جو شخص ہندوؤں سے مسلمان ہوا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ روزہ کی حالت میں وہ چولہے کی پکی ہوئی چیز نہ کھاتا ہو دوسری چیزیں کھا لیتا ہو۔ غرض جب تک تفصیلات سے دوسری قوموں کو واقفیت نہیں ہوگی وہ صحیح طور پر اسلام کی تعلیم پر عمل نہیں کرسکتیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ کتب کا اُن کی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔ ہماری منزل تو ابتدا کی ہے ابھی انتہا بہت دور ہے۔ اگر ہم ابتدا میں ہی تھک کر رہ گئے تو آخر میں ہمارا کیا حال ہوگا۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ہے کہ اُس نے ابتدا میں یہ تحریک مجھ سے غفلت میں کروائی۔ اگر وہ پہلے اِس بات کا انکشاف کر دیتا کہ یہ تمہارے لئے اور تمہاری آئندہ نسلوں کے لئے ہے تو شاید تم میں سے بہت لوگ اس ثواب سے محروم رہ جاتے۔ اس نے مجھ سے یہ بات چھپائے رکھی اور صرف تین سال کے لئے تحریک کروائی۔ اور پھر اس صورت میں بھی حقیقت پردہ میں رکھی کہ میرے الفاظ خطبہ میں مبہم رنگ میں چھپ گئے اور بعض لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ ہم ایک سال چندہ دیں گے اور وہ آئندہ تین سالوں میں خرچ ہوگا۔ لیکن جب دوسرے سال اُن سے چندہ مانگا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ تحریک تین سال تک رہے گی تو انہوں نے کہا اچھا یہ بات ہے، ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ صرف ایک سال چندہ دینا ہے اچھا چندہ لے لو۔ تین سال گزرنے پر میں نے اِس تحریک کو دس سال تک بڑھا دیا تو لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ سات سال اَور ہیں چلو اتنے سال اَور چندہ دے دیں۔ دس سال گزرنے پر آپ لوگ اِس قابل ہو گئے تھے کہ لمبا قدم اٹھا سکیں اس لئے میں نے اِس تحریک کو 19 سال تک بڑھا دیا۔ چونکہ یہ فاصلہ زیادہ تھا اس لئے بعض لوگ اِس دفعہ گر گئے اور انہوں نے خیال کر لیا کہ چلو دس سال پورے ہو گئے ہیں۔ پھر جب یہ تحریک 19 سال کے قریب آئی تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ سوال پیدا کیا کہ میں نے یہ کام کس غرض کے لئے جاری کیا تھا؟ میں نے کہا یہ کام میں نے تبلیغِ اسلام

کے لئے جاری کیا تھا۔ اِس پر خدا تعالیٰ نے مجھ پر القاء کیا کہ کیا تبلیغِ اسلام صرف 19 سال تک ہوگی؟ بعد میں یہ کام معاف ہو جائے گا؟ تب میری آنکھیں کھلیں اور میں نے جماعت پر یہ واضح کیا کہ یہ کام قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جس دن بھی ہم نے اِس کام کو چھوڑ دیا ہم مرے۔

اس کی مثال تو بالکل ایسی ہی ہے جیسے میں ایک دفعہ جمعہ پڑھ کر بیٹھا تھا تو ایک دوست نے کہا ایک پیر صاحب آئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ سے ملاقات کریں۔ میں نے کہا انہیں آگے لے آئیں۔ چنانچہ وہ پیر صاحب آئے اور کہا میں یہاں آیا تھا اس لئے میں نے خیال کیا کہ آپ سے ملاقات بھی کرلوں۔ وہ سید بھی تھے اور پیر بھی، انہوں نے کہا مجھے ایک مسئلہ بتائیں۔ اگر ایک دریا کو عبور کرنے کے لئے کوئی شخص ایک کشتی میں بیٹھے تو کیا جب کشتی دوسرے کنارے تک پہنچ جائے تو وہ کشتی سے اُتر جائے یا کشتی پر ہی بیٹھا رہے؟ میں فوراً سمجھ گیا کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ عبادت تو خدا تعالیٰ کے ملنے کے لئے کی جاتی ہے، جب خدا تعالیٰ مل جائے تو عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ نماز، روزہ اور دوسری عبادات تو اُن لوگوں کے لئے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نہیں ملا۔ جنہیں خدا تعالیٰ مل گیا ہے اُنہیں ان عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا پیر صاحب! اگر دریا کا کنارہ ہے تب تو اُتر جانا چاہیے کشتی میں بیٹھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن اگر دریا کا کنارہ ہی نہیں تو جہاں آپ اُترے وہیں ڈوبے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ غیر محدود ہے اگر اُس کا ایک کنارہ نظر آتا ہے تو وہاں پہنچنے پر دوسرا کنارہ نظر آ جائے گا۔ اور اگر انسان اُس دوسرے کنارے پر پہنچے گا تو اُسے ایک اَور کنارہ نظر آ جائے گا۔ اگر کوئی انسان ہو تو اُسے بغل گیر ہو کر دوسرا شخص مل سکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ تو غیر محدود ہے۔ اگر اُسے ایک جگہ چُھو لیا ہے تو اُس کا وجود اَور بھی ہے اور اگر اُس جگہ چُھو لیا تو اَور باقی ہے۔

اِسی طرح تبلیغ بھی ہمیشہ کے لئے ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے تمہارے ماننے والے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے 4۔ اِس کے یہ معنی ہیں کہ ہمیشہ ایسے آدمی موجود رہیں گے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا قرآن کریم نے بھی ضروری قرار دیا ہے تو جو لوگ مسیح کو نہیں مانیں گے قرآن کریم کو بھی نہیں مانیں گے۔ پس لازماً قیامت تک کچھ ایسے لوگ بھی موجود رہیں گے جو اسلام میں داخل نہ ہوں گے۔ اور اگر قیامت تک ایسے لوگ

موجود رہیں گے جو اسلام میں داخل نہ ہوں گے تو اُن کو منوانے کے لئے بھی بعض مبلغین کی ضرورت رہے گی۔ لڑکیاں ایک کھیل کھیلتی ہیں۔ اب تو وہ کھیل کھیلتے میں نے لڑکیوں کو نہیں دیکھا، پہلے اس کھیل کا رواج زیادہ تھا۔ وہ کھیل اِس طرح کی ہوتی ہے کہ پانچ چھ لڑکیاں ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہیں اور پانچ چھ لڑکیاں ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ایک طرف کی لڑکیاں دوسری طرف کی لڑکیوں کے پاس آتی ہیں تو وہ غالباً اُن سے رشتہ مانگتی ہیں یا کوئی اَور چیز مانگتی ہیں۔ بہرحال وہ سائل بن کر آتی ہیں اور اپنا سوال پیش کرتی ہیں۔ تو دوسری طرف کی لڑکیاں کہتی ہیں ہم نے نہیں دینا۔ اور جب وہ کہتی ہیں نہیں دینا تو کھیل شروع ہو جاتی ہے۔ ایک طرف کی لڑکیاں کہتی ہیں۔ ''نہیوں دینا'' دوسری کہتی ہیں ''لے کے رہنا'' اور دیر تک یہ مشغلہ جاری رہتا ہے دونوں فریق اپنی ضد پر مُصر ہوتے ہیں۔ اِسی طرح قرآن کریم کہتا ہے کہ قیامت تک کچھ لوگ ایسے موجود رہیں گے جو کہیں گے ہم نے نہیں ماننا۔ تو تمہارا بھی یہ کام ہے کہ تم کہو ہم نے منوا کر چھوڑنا ہے۔ تمہارا ایمان اور جذبہ بہرحال چھوٹی بچیوں سے زیادہ ہونا چاہیے۔ تمہاری غیرت اُن سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اگر اُن میں سے ایک فریق یہ کہتا ہے کہ ہم نے نہیں دینا تو وہ دوسری لڑکیاں کہتی ہیں کہ ہم نے لے کر جانا ہے۔ تو تمہارا بھی یہ کام ہے کہ اگر کچھ ایسے لوگ ہوں جو کہیں ہم نے نہیں ماننا تو تم کہو ہم نے منوا کر چھوڑنا ہے۔

غرض یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے پہلے مجھ سے چند سال کے لئے تحریک کروائی اور پھر اسے اَور بڑھوا دیا۔ اور جب آخری سال یعنی انیسواں سال قریب آیا تو اُس نے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ انیس کا عدد کوئی چیز نہیں۔ جب تک میں اور آپ لوگ زندہ ہیں یہ فرض ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ اور جب تک ہماری اولادیں زندہ رہیں گی اُس وقت تک یہ فرض ہے جو اُن کے ذمہ لگایا گیا ہے اسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ اور اسی طرح ہر نسل پر واجب ہوتا جائے گا۔ اگر تم ایک زندہ قوم ہو تو یہ فرض تم سے تمہاری اولادوں کی طرف اور تمہاری اولادوں سے اُن کی اولادوں کی طرف قیامت تک منتقل ہوتا رہے گا۔ اور اگر تم زندہ قوم نہیں ہو تو تم میں سے جن میں سچا ایمان پایا جاتا ہے وہ جب تک زندہ رہیں گے اور موت اِس دنیا سے اُنہیں دوسری دنیا میں نہیں لے جاتی اُس وقت تک وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرتے رہیں گے۔ گویا تحریک جدید ایک دن کی نہیں وہ دو دن کی نہیں بلکہ ہر مومن کے لئے ہمیشہ کے لئے ہے۔ اِس کا

ذکرقرآن کریم کی اِس آیت میں ہے کہ قیامت تک تم میں ایک ایسی جماعت رہنی چاہیے جو تبلیغِ اسلام کا کام کرے5۔ یہ آیت ایک دن کے لئے نہیں، یہ آیت دو دن کے لئے نہیں بلکہ یہ آیت قیامت تک کے لئے ہے۔ اِسی طرح تحریک جدید بھی قیامت تک کے لئے ہے کیونکہ یہ اِس آیت کا ترجمہ ہے۔ جو شخص اپنی اس ذمہ داری کو سمجھتا ہے وہ قرآن کریم کو مانتا ہے۔اور جو اپنی اِس ذمہ داری کو نہیں سمجھتا وہ قرآن کریم کو نہیں مانتا۔اور جتنا جتنا کوئی شخص اِس تحریک سے دور ہے اُتنا ہی وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے دور ہے۔

پس میں آج تحریک جدید کے انیسویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔ اگر تم میں ایمان ہے تو تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اِس انیس کو اَڑتیس بنائے اور اَڑتیس کو چھہتر بنائے اور اِس تحریک کو اُس وقت تک لمبا کرے جب تک کہ ہم آخری سانس موت کے حوالہ نہ کردیں۔لڑائی میں مارا جانے والا سپاہی اور وہ سپاہی جو لڑائی میں مارا نہیں جاتا (ہاں وہ حکومت کا فرمانبردار ہوتا ہے) بظاہر دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں۔لیکن اِس میں کوئی شک نہیں کہ لڑائی میں مارا جانے والا سپاہی دوسرے سپاہی سے درجہ میں بلند ہے۔ جہاد قلمی اور سیفی دونوں طرح کا ہوتا ہے۔جس طرح سیفی جہاد میں مارا جانے والا شخص بلند مرتبہ پاتا ہے۔ اِسی طرح جو شخص تنظیم اور تبلیغ کے جہاد میں مرتا ہے اُس کا مقام بھی بہت بلند ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ آپ جہاد کرتے ہوئے فوت نہیں ہوئے۔آپ آخری دم تک تبلیغی تنظیمی اور تعلیمی جہاد کرتے رہے اور اِسی جہاد کے دوران میں آپ فوت ہوئے۔ پس ہر مومن جو اس جہاد میں حصہ لیتا رہے گا وہ اسے لمبا کرتا جائے گا۔ ہاں چونکہ اب مختلف دَور بن جائیں گے اس لئے جو لوگ اِس جہاد میں پہلے شریک ہوئے وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کا خطاب پائیں گے۔کیونکہ سب سے پہلے دین کے جھنڈے کو بلند کیا۔اور باقی لوگ صرف مجاہد کہلائیں گے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان مجاہدین میں سے بھی بعض لوگ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ہوں گے۔لیکن جو لوگ ابتدا میں اِس جہاد میں شریک ہوئے وہ بحیثیت جماعت اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ قرار پائیں گے۔اور بعد میں آنے والے صرف انفرادی طور پر اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں۔

جب بیعتِ رضوان ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آپ مرتے دم تک مکہ والوں کے ساتھ لڑیں گے۔آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بطور ایلچی مکہ والوں کی طرف

بھیجا تھا۔ اور ان کے متعلق مشہور ہو گیا تھا کہ مکہ والوں نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ اور ایلچی کا قتل کیا جانا نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ اُس وقت کے کفار میں بھی بُرا سمجھا جاتا تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اگر یہ بات سچی نکلی تو آپ مکہ والوں سے لڑیں گے اور پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ بعض لوگوں کی نظریں ایمان کی وجہ سے وسیع ہوتی ہیں۔ بنو اسد کا ایک آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کس بات پر بیعت کرنا چاہتے ہو؟ اُس نے عرض کیا میں اُس چیز کے لئے بیعت کرنا چاہتا ہوں جو آپ کے دل میں ہے۔ وہ آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر پہچان گیا تھا کہ آپ کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے دل میں کیا ہے؟ اُس شخص نے کہا یہی کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں یا فتح حاصل کر لیں۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور اُس شخص نے بیعت کر لی۔ غرض وہ پہلا شخص تھا جس نے بیعتِ رضوان کے موقع پر خود پیش ہو کر بیعت کی۔ اس کے بعد باقی صحابہؓ آگے بڑھے اور سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی[6]۔ اور اس واقعہ کے بعد جب کبھی صحابہؓ بنو اسد کے کسی شخص سے ملتے تو ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ بیعتِ رضوان میں تم لوگوں کو ہم پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ تم نے اس بات میں ابتدا کی اور اس طرح اس فخر کو حاصل کر لیا۔

تو مومن ایمان کی وجہ سے یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ آگے بڑھے اور اپنی خدمات پیش کرے۔ بے شک دنیا میں تغیرات بھی آئیں گے، خرابیاں بھی ہوں گی، قحط بھی پڑیں گے، مصائب اور آفات بھی آئیں گی۔ لیکن جو شخص مومن ہے اُس کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ قحط اور مصائب اس کے قدم کو سُست نہیں کریں گے۔ پس تحریک جدید کو آگے بڑھانا ہمارا کام ہے۔ یہ کام کہیں ختم نہیں ہوتا۔ پہلی جماعت جس نے اِس میں حصہ لیا وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کہلائے گی اور جو بعد میں آئے وہ مجاہد کہلائیں گے۔ پھر ان مجاہدین میں سے بھی بعض اپنے اپنے وقت میں سَابِقُوْنَ ہوں گے۔ لیکن یہ صرف بحیثیت فرد سَابِقُوْنَ ہوں گے۔ اور جو جماعت پہلے دَور میں اِس جہاد میں شریک ہوئی وہ مِنْ حَیْثُ الْجَمَاعَتُ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ہوگی۔

میں تحریک جدید کے کارکنوں کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ افسوس ہے کہ کارکن کام کو اس طرح نہیں کرتے کہ چندے سو فیصدی جمع ہوں۔ مثلاً دَورِ دوم کا ہمیشہ ہی یہ حال رہا ہے کہ وہ کبھی سو فیصدی پورا نہیں ہوا۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ اس دَور

میں حصہ لینے والے اخلاص میں کم ہیں۔لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ کارکن کام میں سست ہیں۔ اس لئے اِس دَور کا چندہ پورے طور پر وصول نہیں ہوتا۔ وعدوں کے لحاظ سے دَورِ دوم کے مخلصین بھی ترقی کر رہے ہیں۔پچھلے سال ایک لاکھ بیس ہزار کے وعدے تھے اوراس سال ایک لاکھ چالیس ہزار کے وعدے تھے۔لیکن پچھلے سال 69 فیصدی وعدے وصول ہوئے تھے اوراس سال 64 فیصدی وعدے وصول ہوئے ہیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِس سال گزشتہ سال کی نسبت رقم زیادہ آئی ہے مگر فیصدی نسبت کم ہوگئی ہے۔

اِسی طرح میں واقفین کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کو دیکھیں وقت کو نہ دیکھیں۔ عاشق وقت کو نہیں دیکھا کرتا نوکر وقت کو دیکھتا ہے۔ ہمارے ہاں تو اصل غرض کام سے ہے۔کام کو وقت پر کریں۔اب تو یہ ہوتا ہے کہ اگر کہیں کوئی نقص ہو جاتا ہے تو میں دفتر کو توجہ دلاتا ہوں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ دریافت کرتا ہوں تو مجھے بتایا جاتا ہے کہ تین ماہ ہوئے ہم نے ایک خط لکھا تھا مگر اُس کا کوئی جواب نہیں آیا۔گویا ایک خط لکھ کر تین ماہ تک خاموشی طاری رہتی ہے۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ ہر دس دن کے بعد خط لکھا جاتا۔ میں یاد کراتا ہوں تو خط لکھتے ہیں۔ یہ سُستی کی علامت ہے اورمومن کواس سے بچنا چاہیے۔

میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ وقت کی قدر کو سمجھیں۔ جو بھاگنے والے ہیں میں اُنہیں کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ ہمیں اُن سے نجات مل گئی۔لیکن جو نوجوان وقف میں نہیں آئے انہیں میں کہتا ہوں کہ اخلاص سے آگے آؤ۔ہمیں لاکھوں نوجوانوں کی ضرورت ہے۔اگر ہر پانچ سَو افراد پر بھی ایک مبلغ ہو تو دوارب بیس کروڑ کی آبادی کے لئے ہمیں پچاس لاکھ مبلغین کی ضرورت ہے۔ابھی وہ زمانہ نہیں آیا کہ ہم تبلیغ کے فرض سے فراغت حاصل کرلیں اور نہ کوئی ایسا وقت آ سکتا ہے۔اگر ایسے موقع پر نوجوان قربانی نہیں کریں گے تو اَور کون کرے گا۔تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انسان کی زندگی کا بہترین مَصرف یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو۔ جو شخص اسے چٹی سمجھتا ہے اُس کے ایمان میں کمزوری پائی جاتی ہے اِس کمزوری کو دور کرنا چاہیے۔جس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے وہ اس موقع پر آگے بڑھتا ہے۔

صحابہؓ کو دیکھ لو اُن میں یہ رُوح کس حد تک پائی جاتی ہے۔حضرت ابو ہریرۃؓ بہت بعد میں مسلمان ہوئے تھے۔لیکن جب مسلمان ہوئے تو پھر ہمیشہ مسجد میں ہی رہے۔آپ فرماتے تھے کہ

میں چاہتا ہوں کہ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات سنوں، آپ کی ہر مجلس میں بیٹھوں تا کہ بعد میں آنے کی وجہ سے جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو جائے 7۔ چنانچہ آپ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے تھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات سنتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور دوسرے عشرہ مبشرہ کی ساری روایات بھی اکٹھی کر لی جائیں تو وہ حضرت ابوہریرۃؓ کی روایتوں سے تعداد میں کم ہیں۔ کیونکہ جب وہ مسلمان ہوئے تو آپ نے کوئی موقع جانے نہیں دیا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے مسجد میں ہی ڈیرہ لگا لیا تا ایسا نہ ہو کہ کسی وقت غیر حاضر رہنے کی وجہ سے آپ کی باتیں سُن نہ سکیں۔

تم بھی وقف کی عظمت کو سمجھو۔ وقف کا بدلہ پیسوں اور عہدوں سے نہیں ملتا۔ وقف کا بدلہ خدا تعالیٰ سے ملتا ہے۔ سلسلہ کے ابتدائی زمانہ میں علماء نے دین کی بہت خدمت کی ہے۔ لیکن اب تعلیم بھی زیادہ ہے، سامان اور سہولتیں بھی میسر ہیں لیکن علماء مسجدوں میں نہیں آتے۔ دنیا کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ انہیں عُہدوں اور تنخواہوں کا خیال زیادہ رہتا ہے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ انہیں صرف عُہدوں اور مال سے دلچسپی ہے۔ حالانکہ عُہدوں سے روحانیت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جن کاموں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے وہی کام کرنے چاہئیں اور اُنہی کی طرف دوڑنا چاہیے۔'' (الفضل 4 دسمبر 1952ء)

1: سمالی لینڈ: (Somaliland) سمالی لینڈ یا صومالی لینڈ، صومالیہ کا ایک خطہ تھا جس نے 1991ء میں آزادی کا اعلان کیا مگر تا حال اسے کسی ملک نے تسلیم نہیں کیا۔ اس کی سرحدیں ایتھوپیا اور جبوتی سے ملتی ہیں۔ یہ لوگ عربی بولتے ہیں اور بیشتر آبادی مسلمان ہے۔
(وکی پیڈیا۔ آزاد دائرہ معارف زیرعنوان Somaliland)

2: صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ تنفی خُبُثَھَا و تسمی طَابَۃ و طِیْبَۃ

3: بخاری کتاب الأطعمۃ باب المؤمن یأکل فی معیٍ واحدٍ

4: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران: 56)

5: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: 105)

6:كنز العمال فی سنن الاقوال والافعال جلد14 صفحہ38 کتاب الفضائل باب فضائل الامة "بنو اسد" بیروت لبنان 1998ء۔

7:اسد الغابۃ جلد5 صفحہ 121 "ابوھریرۃ" بیروت لبنان 2001ء (مفہومًا)